زوجہ بعد وطی بھی مہر معجل لینے کیلئے اپنے نفس کو روک سکتی ہے اس بارے میں کشادہ تحریر

البسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجل

۱۳۰۵ھ

تصنیف لطیف

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا

البسط المسجل فی امتناع الزوجۃ بعد الوطی للمعجل
۱۳۰۵ھ

(زوجہ بعد وطی بھی مہر معجل لینے کے لئے اپنے نفس کو روک سکتی ہے اس بارے میں کشادہ تحریر اور فیصلہ مشرح محمود کارد)

مسئلہ ۲۰۱ از مراد آباد مرسلہ محمد نبی خاں صاحب یکم جمادی الاخری ۱۳۰۵ھ

سوال اوّل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے ہندہ کا نکاح ہوا، مہر نصف معجل نصف مؤجل ٹھہرا، حسب رواج ہندہ کی رخصت ہوگئی کہ وطی برضائے ہندہ واقع ہوئی، بعدہٗ زید بد اطوار نکلا اور ہندہ سے بہت ایذا و اضرار و تکلیف و آزار کے ساتھ پیش آیا، ہندہ اس وجہ سے ناراض ہوکر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور تا وصول مہر معجل اس کے پاس جانے سے انکار رکھتی ہے، اس صورت میں ہندہ کو مہر معجل لینے تک حق منع نفس حاصل ہے یا نہیں؟ اور منع کرنے سے ناشزہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سوال دُوُم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب ادائے مہر معجل سے پہلے وطی برضائے زوجہ واقع ہوجائے تو اس صورت میں برخلاف مذہب امام مذہب صاحبین کو کہ منع نفس کا حق ساقط ہوجاتا ہے بوجوہ عـــہ مصرحۂ ذیل ترجیح دینی صحیح ہے اور نظر فقہی میں قرین تحقیق و تنقیح ہے یا نہیں،

(۱) درمختار میں ہے جب ایسے امر کی نسبت مابین ابوحنیفہ اور اُن کے مریدوں (یعنی صاحبین) کے اختلاف ہو تو رائے مریدوں کی غالب ہونی چاہیے۔

(۲) امام ابوحنیفہ اور امام محمد دونوں محض ذہنی باتوں کے معتقد تھے لیکن قاضی ابویوسف کو اُسی قدر علم روایات تھا اور بوجہ عہدہ قاضی القضاۃ کے موقع مستعلق کرنے اصول کا حالات انسان سے حاصل تھا اور ان کے قواعد خصوصاً معاملات دنیوی اور تعبیر شرع میں اس قدر مستند سمجھے جاتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ یا امام محمد کی رائے اُن سے متفق ہو تو اُن کی رائے ازروئے ایک قاعدہ مسلّم کے قبول کی جاتی ہے۔

(۳) سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حال کی کتاب مستند شرع یعنی فتاوٰی عالمگیری کی عبارت یہ ہے، اس سے ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے کے خلاف نہ صرف ان کے دو مشہور مریدوں بلکہ شیخ الصفار نے بھی جہاں تک کہ بحث ہم خانگی کو تعلق ہے رائے ظاہر کی ہے۔

(۴) امام ابوحنیفہ اور ان کے دو مرید قانون حنفی میں تین استاد سمجھے گئے ہیں اور میں قاعدہ عام تصور کرتا ہوں کہ اختلاف رائے ہو تو دو کی رائے بمقابلہ تیسرے کے غالب ہوگی بموجب معمولی قاعدہ شرع کے میں رائے دو مریدوں کی بطور کثرت رائے بمقابلہ تین استادوں کے اختیار کرتا ہوں۔

(۵) اس حق کے نفاذ میں کہ زوجہ کے ساتھ ہم خانگی کرنے سے مانع یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہر معجل ادا نہ ہوا ہو اور یہ قاعدہ محض اس مواخذے کی مشابہت پر مبنی ہے جو بائع کو مال پر تا ادائے قیمت قبل حوالگی مال کے حاصل رہتا ہے لیکن اُس مواخذے میں در اصل حق ملکیت مشتری کا قیاس کر لیا گیا ہے اور جبکہ حوالگی عمل میں آجائے گی تو اسی وقت وہ مواخذہ ختم ہوجاتا ہے انتہی، بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ المنعم فی المعجل والمؤجل سب تعریفیں دنیا و آخرت میں ہم پر انعام کرنے والے

عـــہ یہ وجوہ مسٹر محمود نے اپنے فیصلے میں ایجاد کیں ۱۲ (م)

والصلوٰۃ والسلام علی من ختم دفتر الرسالۃ وسجّلہ وعلی اٰلہ وصحبہ وجمیع اھل دینہ النبیل۔

اللہ تعالٰی کے لئے ہیں، اور صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جس نے رسالت کا دفتر ختم کیا اور مضبوط کیا، اور ان کی آل واصحاب اور ان کے تمام برگزیدہ دین والوں پر۔ (ت)

جواب سوال اوّل

صورت مستفسرہ میں ہندہ کو حق منع نفس حاصل ہے اُسے اختیار ہے جب تک مہر معجل وصول نہ کرلے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرے اس منع کرنے سے ناشزہ نہ ہوگی۔ وقایہ میں ہے:

لھا منعہ من الوطئ والسفر بھا والنفقۃ ولو منعت ولو بعد وطئ او خلوۃ برضاھا۔[1]

قبل مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو جماع سے اور سفر پر ساتھ لے جانے سے روکنے اور نفقہ وصول کرنے کا بیوی کو حق ہے اگرچہ وطی اور خلوت رضامندی سے ہوجانے کے بعد روک دے۔ (ت)

نقایہ میں ہے:

قبل اخذ المعجل لھا منعہ من الوطئ والسفر بھا ولو بعد وطئ برضاھا بلا سقوط النفقۃ۔[2]

مہر معجل وصول کرنے سے قبل بیوی کو حق ہے کہ خاوند کو جماع، سفر پر ساتھ لے جانے سے روک دے اگرچہ رضامندی سے وطی کے بعد ہو، بیوی کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ (ت)

کنز میں ہے:

لھا منعہ من الوطئ والاخراج للمھر وان وطئھا۔[3]

بیوی کو مہر کے لئے وطی اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

لھا منعہ من الوطئ والسفر بھا ولو وطئ او خلوۃ رضیتھما۔[4]

خوشی سے وطی یا خلوت کے بعد بھی بیوی کو مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو جماع اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے۔ (ت)

---

[1] شرح الوقایۃ باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۵
[2] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۹
[3] کنز الدقائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۴
[4] درمختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲

درمختار میں ہے :

لان کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی[1]

ہر وطی مہر کے مقابلہ میں ہے (یعنی ہر وطی پر جداجدا مہر لازم ہے) تو بعض کا بدل دینے سے باقی کا دے دینا ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے :

النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجہا ولو منعت نفسہا للمہر دخل بہا اولا[2] اھ ملخصاً۔

خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے اگرچہ بیوی نے مہر کے لئے خاوند کو اپنے سے روک رکھا ہو دخول ہو چکا یا نہیں اھ ملخصاً (ت)

تحقیق مقام یہ ہے کہ مہر کل لینے سے پہلے وطی یا خلوت برضائے عورت واقع ہو جانا صاحب مذہب امام اقدم قدوۃ اعظم امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک حق منع نفس ومنع سفر کسی کا اصلاً مسقط نہیں، اور عورت کو اختیار ہے جب تک ایک روپیہ بھی باقی رہ جائے نہ تسلیم نفس کرے نہ شوہر کے ساتھ سفر پر راضی ہو اگرچہ اس سے پہلے بار ہا وطی برضامندی ہو چکی ہو اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک صرف خلوت برضا واقع ہو جانا بھی حق منع نفس ومنع سفر دونوں کا مسقط ہے، امام ابوالقاسم صفار علیہ رحمۃ الغفار دربارۂ سفر قول امام اور دربارۂ وطی قول صاحبین پر فتوٰی دیتے تھے اور معنی اس تفصیل سے یہی ہیں اُن کے بعد جس نے ادھر میل کیا انہیں کا اتباع کیا مثلاً امام صدر شہید شرح جامع صغیر میں ان کا مسلک نقل کرکے فرماتے ہیں: وانہ حسن[3] (بیشک وہ حسن ہے۔ ت)، امام بزدوی شرح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں :

ھذا احسن فی الفتیا[4] کما نقلہ عنہ فی البنایۃ وکذا الطحطاوی عن البحر عن غایۃ البیان۔

یہ فتوٰی کے لئے مناسب ہے، جیسا کہ صاحب بنایہ نے اس کو بنایہ میں ان سے نقل کیا ہے، اور ایسے ہی طحطاوی نے بحر سے انہوں نے غایۃ البیان سے نقل کیا ہے (ت)

جواہر الاخلاطی میں ہے :

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار | باب المہر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۲۰۲
[2] " " " | باب النفقۃ | " " " | ۱/۲۶۹-۲۶۹
[3] حاشیۃ الجامع الصغیر | باب فی المہور | " " " | ص ۴۱
[4] البنایۃ فی شرح الہدایۃ | باب المہر | المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ | ۲/۱۵۶

واستحسن بعض المشایخ اختیارہ اھ۔[1] بعض مشائخ نے ان کے مختار کو پسند فرمایا ہے۔(ت)

اسی طرح ہندیہ میں محیط سے ہے، ولفظہ بعض مشایخنا[2] (اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے بعض مشائخ نے۔ت) مگر اکثر اکابر ائمہ وعلماء وفقہاء مذہب امام کو ترجیح دیتے اور اسی پر جزم واعتماد کرتے ہیں متون کہ خاص نقل مذہب صحیح ومعتمد کے لئے وضع کئے جاتے ہیں علی العموم اسی مذہب پر ہیں۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے: بہ صرحت المتون قاطبۃ[3] (تمام متون اس کی تصریح کرچکے ہیں۔ت) اور وقایہ ونقایہ وکنز وتنویر ودرمختار کی عبارتیں سن چکے کہ انہوں نے تصریحاً مذہب صاحبین کی نفی فرمائی، اور جب ماتن نے باب نفقہ میں ولو منعت نفسہا للمھر[4] (اگرچہ بیوی نے مہر کے لئے اپنے کو روک رکھا ہو۔ت) فرمایا شارح نے دخل بھا اولا[5] (دخول ہوچکا ہو یا نہ۔ت) اور بڑھایا تاکہ اس کی نفی پر تنصیص تام ہوجائے، اسی طرح وافی ومختار میں بھی اسی پر اقتصار کیا اور درمختار میں صرف اسی مذہب پر دلیل قائم کی کما سبق نقلہ (جیسا کہ اس کی نقل گزری۔ت) اور اقتصار وتعلیل دونوں دلیل اعتماد وتعویل۔ ردالمحتار میں ہے:

اقتصارہ فی المتن (یعنی تنویر الابصار) یفید ترجیحہ اھ[6] ملخصا ذکرہ فی کتاب القضاء مسئلۃ ولایۃ بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین۔

ماتن کا یعنی تنویر الابصار کا اس پر اکتفاء کرنا ترجیح کو مفید ہے اھ ملخصا۔ اس کو انہوں نے کتاب القضاء میں قرض میں مستغرق ترکہ کی ولایت بیع کے مسئلہ میں ذکر کیا ہے۔(ت)

طحطاوی میں ہے:

الاقتصار علیہ یدل علی اعتمادہ[7] اھ ذکرہ قبیل الوصیۃ بثلث المال۔

اس پر اکتفاء ان کے اعتماد کی دلیل ہے اھ اس کو انہوں نے ثلث مال کی وصیت سے قبل ذکر کیا۔(ت)

---

[1] جواہر الاخلاطی — فصل فی المہر — قلمی نسخہ — ص ۹۳
[2] فتاوٰی ہندیہ — الفصل الحادی عشر فی منع المرأۃ نفسہا بمہرہا — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۳۱۷
[3] فتاوٰی خیریہ — باب النفقۃ — دارالمعرفۃ بیروت — ۱/۶۹
[4] درمختار شرح تنویر الابصار — " — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۲۶۷
[5] درمختار — " — " — "
[6] ردالمحتار — مطلب فی بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۴/۳۴۰
[7] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار — کتاب الوصایا — دارالمعرفۃ بیروت — ۴/۳۲۱

عقود الدریہ میں ہے، التعلیل دلیل الترجیح[1] (علت کو بیان کرنا ترجیح کی دلیل ہے۔ ت) اسی میں ہے،

هو الراجح اذهو المحلی بالتعلیل[2] کما ذکرها فی النکاح قبل باب الولی۔ | یہی راجح ہے کیونکہ یہی دلیل سے مزیّن ہے، یہ دونوں باتیں اُنھوں نے کتاب النکاح میں باب الولی سے پہلے ذکر کی ہیں۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی الابحر میں کہ بتصریح فاضل شامی متون معتمدہ فی المذہب سے ہے قول امام کو مقدم رکھا اور اسی پر حکم دے کر صاحبین کی طرف خلاف نسبت کی،

حیث قال هذا قبل الدخول وکذا بعدہ خلافا لهما[3]۔ | جب اُنھوں نے کہا کہ یہ دخول کے بعد ہو یا پہلے اس میں صاحبین کا خلاف ہے (ت)

اور وہ خود دیباچۂ ملتقی میں تصریح فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں میں جس قول کو مقدم لاؤں وہی ارجح ہے شارح نے فرمایا: وہی مختار للفتوی ہے، متن و شرح کی عبارت یہ ہے،

صرحت بذکر الخلاف بین ائمتنا وقدمت من اقاویلهم ماهو الارجح (المختار للفتوی[4]) (ملخصا) | میں نے اپنے ائمہ کی اختلاف کی تصریح کر دی اور ان میں سے زیادہ راجح قول کو پہلے ذکر کیا، ارجح وہ ہے جو فتوی کے لئے مختار ہے (ملخصا)۔ (ت)

اسی طرح فتاوی قاضی خاں میں امام علامہ فقیہ النفس نے قول امام کی تقدیم کی اور وہ اُسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو اشہر و اظہر ہو، خود اپنے فتاوے کے خطبے میں فرمایا،

قدمت ماهو الاظهر وافتتحت بما هو الاشهر[5] | میں ظاہر کو مقدم اور مشہور سے ابتداء کرتا ہوں۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں جسے پہلے بیان کریں وہی قول معتمد ہے، حاشیۂ طحطاویہ میں ہے:

---

[1] عقود الدریہ | کتاب النکاح | حاجی عبدالغفار وپسران ارگ بازار قندھار | ۱/۱۷
[2] ″ | ″ | ″ | ″
[3] ملتقی الابحر | باب المهر | موسسۃ الرسالۃ بیروت | ۱/۲۵۱
[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر | مقدمۃ کتاب | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۱/۴
[5] فتاوی قاضی خاں | ″ | نولکشور لکھنؤ | ۱/۲

اصطلاحہ تقدیم الاظہر فیکون ھو المحقق[1] اھ ذکرہ فی کتاب الوصایا اول باب الوصی۔

ان کی اصطلاح زیادہ ظاہر کو مقدم کرنا ہے تو وہی قابلِ اعتماد ہوتا ہے اھ، اس کو انھوں نے کتاب الوصایا میں باب الوصی کے شروع میں بیان کیا ہے (ت)

امام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ کی عادتِ مستمرہ ہے کہ استدلال کے وقت قولِ مختار کی دلیل اخیر میں لاتے ہیں تاکہ اقوالِ سابقہ کے دلائل سے جواب ہو جائے اور نقلِ اقوال کے وقت غالباً قولِ قوی کو پہلے ذکر فرماتے ہیں تاکہ اول ہی مسئلہ صحیح متعلم میں آئے، درمختار میں نہر الفائق سے ہے:

تاخیر صاحب الھدایۃ دلیلھما (ای فی مسئلۃ کساد فلوس القرض) ظاھر فی اختیار قولھما[2] اھ ذکرہ اٰخر باب الصرف قبیل التذنیب۔

صاحبِ ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو مؤخر لانا (یعنی قرض والے سکّے کے بند ہو جانے کے مسئلہ میں) ان کے قول کو مختار بنانے کی دلیل ہے۔ اس کو انھوں نے تذنیب سے قبیل باب الصرف کے آخر میں ذکر کیا ہے (ت)

اسی طرح فتح القدیر میں ہے، افندی زین الدین رومی نتائج الافکار حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں:

من عادۃ المصنف المستمرۃ ان یؤخر القوی عند ذکر الادلۃ علی الاقوال المختلفۃ لیقع المؤخر بمنزلۃ الجواب عن المقدم وان کان قدم القوی فی الاکثر عند نقل الاقوال[3]۔

مصنف کی عادت مستمرہ ہے کہ اقوال ذکر کرتے وقت قوی دلیل کو آخر میں ذکر کرتے ہیں تاکہ پہلے اقوال کا جواب بن سکے، یہ اختلافی بحث میں ایسا کرتے ہیں اگرچہ وہ قوی قول کو ذکر میں پہلے لاتے ہیں جب اقوال کو نقل کرنا ہو، اکثر ایسا ہی کرتے ہیں۔ (ت)

اب یہاں انھوں نے مذہبِ امام کو پہلے نقل بھی کیا اور اسی کی دلیل کو مؤخر بھی لائے اور قولِ صاحبین کو برقرار بھی نہ رکھا تو بوجوہ عدیدہ ترجیح قول کا افادہ فرمایا، علامہ سید جلال الملۃ والدین خوارزمی نے کفایہ حاشیہ ہدایہ میں تائیدِ مذہبِ امام کو دوبالا کیا اور ایک مسئلہ متفق علیہا سے جسے صاحبین بھی تسلیم فرمائیں، قولِ امام کو رنگِ ایضاح دیا،

حیث قال لابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی انھا منعت منہ ما قابل البدل کما لو سلم

جب انھوں نے فرمایا امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ بیوی بدل کے مقابل کو روک سکتی ہے جیسا کہ کوئی بائع

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الوصی دارالمعرفۃ بیروت ۴/۳۴۰

[2] درمختار باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۷

[3] نتائج الافکار

اما ثم بعض المبیع الی المشتری لایسقط حقہ فی حبس ما بقی منہ۔[1]

بعض مبیع مشتری کو سونپ دے تو بائع کے لئے باقی مبیع کے روکنے کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)

اسی طرح صدر الشریعہ شرح وقایہ و کافی شرح وافی و اختیار شرح مختار و مستخلص شرح کنز وغیرہا شروح میں مذہب امام پر دلیل قائم کی اور دلیل صاحبین سے جواب دیئے، امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی نے فتح القدیر میں ترجیح ہدایہ اور علامہ شیخی زادہ عالم دیار رومیہ قاضی دولت علیہ عثمانیہ معاصر و مستند صاحب درمختار نے مجمع الانہر میں تقدیم ملتقی اور علامہ یوسف چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں اعتماد متن و شرح اور محقق علامہ وسیع النظر دقیق الفکر محمد بن عابدین شامی نے رد المحتار علی الدر المختار میں افادات درمختار کو مقرر و مسلم رکھا اور ترجیح مذہب امام میں خلاف و نزاع کی طرف بھی اشارہ نہ کیا پھر بکثرت علماء اہل متون و شروح و فتاوٰی ان مذکورین اور ان کے غیر باب النفقات میں عورت کو طلب مہر معجل کے لئے بالفاظ ارسال و اطلاق منع نفس کا استحقاق بتاتے ہیں اور اسے عدم وطی و خلوت برضا کی قید نہیں لگاتے کما یظھر بالمراجعۃ الی کتبھم (جیسا کہ ان کی کتب کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت) بلکہ شرح وقایہ میں تصویر مسئلہ یوں فرض کی کہ،

خروجھا بحق کما لو لم یعطھا المھر المعجل فخرجت من بیتہ۔[2]

بیوی کا باہر نکلنا بحق ہو جیسا کہ خاوند نے اس کو مہر معجل نہ دیا ہو تو وہ اس کے گھر سے نکل جائے۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ شوہر کے یہاں آنے کے بعد غالباً وطی واقع ہی ہوتی ہے بایں ہمہ حکم مطلق چھوڑا اور تقیید کی طرف مطلق التفات نہ فرمایا یہ اطلاقات بھی اُسی اختیار مذہب امام سے خبر دے رہے ہیں، لاجرم علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار نے قول امام ہی پر فتوٰی دیا اور مذہب آخر کا ذکر تک نہ کیا، فتاوٰی خیریہ لنفع البریہ میں ہے:

سئل فی المرأۃ اذا سلمت نفسھا قبل استکمال ما شرط تعجیلہ لھا من المھر ھل لھا بعد ذٰلک منع نفسھا عنہ اجاب لھا منع نفسھا حتی تستکمل

ان سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو مہر معجل وصول کرنے سے پہلے اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کر چکی ہو کیا پھر مہر معجل کے لئے اپنے آپ کو خاوند سے روک سکتی ہے؟ تو جواب دیا کہ ہاں روک سکتی ہے یہاں تک کہ مہر معجل پورا

---

[1] کفایہ مع فتح القدیر — باب المہر — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۳/ ۵۰-۲۴۹

[2] شرح الوقایہ — باب النفقۃ — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/ ۱۴۳

ذٰلك عن الامام وان كانت سلمت نفسها وبه صرحت المتون قاطبة۔[1] | عدول کرے یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں ہے، اگرچہ بیوی پہلے اپنے آپ کو سونپ چکی ہو، اس مسئلہ پر تمام متون تصریح کرچکے ہیں۔ (ت)

آخر یہ علمائے محققین وعقلائے مدققین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فتوائے امام صفار و اختیار بعض مشائخ سے غافل نہ تھے، پھر قولِ امام ہی پر جزم و اعتماد فرماتے ہیں، کوئی تو قولِ صاحبین کا نام تک نہیں لیتا اور اکثر متون کا یہی حال ہے، کوئی صاف وہ الفاظ بڑھاتا ہے جس سے ان کے مذہب کی صریح نفی ہوجائے، کوئی صرف مذہب امام ہی پر دلیل قائم کرتا ہے، کوئی دلیلِ صاحبین سے جواب دیتا ہے، جنہوں نے وعدہ کیا کہ قولِ قوی کو مقدم لائیں گے وہ اسی مذہب کی تقدیم کرتے ہیں، جنہوں نے التزام کیا کہ دلیل معتمد کی تاخیر کریں گے وہ اسی کی دلیل پیچھے لاتے ہیں۔ غرض طرح طرح سے ترجیح و تصحیح مذہب امام کا افادہ فرماتے ہیں، اور کلماتِ ناظرین شراح و محشیین کہ مذکور ہوئے تقریر و تسلیم سے پیش آتے ہیں ناچار ماننا پڑے گا کہ ان سب کے نزدیک معتمد و مرجح و محقق و منقح مذہب امام ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور قوت دلیل کہ مطالعۂ ہدایہ و کافی و اختیار و کفایہ وغیرہا سے واضح ہوتی ہے اس پر علاوہ، پس جبکہ یہی مذہبِ امام اعظم ہے اور اسی پر متون کا اجماع اور اسی کی دلیل اقوی اور اسی قدر کثرت سے اس کے مرجحین، تو وجہ کیا ہے کہ اس سے عدول کیا جائے حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قولِ امام پر فتوٰی دے، اور قاضی خاص مذہب امام پر فیصلہ کرے یعنی جب کوئی ضرورت مثل تعامل المسلمین یا اجماع المرجحین علی الخلاف کے داعی ترک نہ ہو، کما فی مسئلتی جواز المزارعۃ وتحریم القلیل من المائع المسکر (جیسا کہ مزارعت کے جواز اور قلیل مسکر پانی کی تحریم کے دونوں مسئلوں میں ہے۔ ت) اور حکم دیتے ہیں کہ قولِ امام سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ مشائخ مذہب اس کے خلاف پر فتوٰی دیں۔ یہ ضمیمہ و سراجیہ و محیط امام سرخسی و فتاوٰی عالمگیری و بحرالرائق و نہرالفائق و فتاوٰی خیریہ و تنویرالابصار و شرح علائی و حاشیہ طحطاویہ وغیرہا کتب معتمدہ میں اس کی تصریح ہے، درمختار میں ہے:

یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وھو الاصح منیۃ وسراجیۃ۔[2]

قاضی بھی مفتی کی طرح امام صاحب کے قول کو مطلقاً لے گا، پھر امام ابو یوسف، پھر امام محمد، پھر امام زفر اور حسن بن زیاد کے اقوال کو لے گا، یہی اصح ہے، منیہ و سراجیہ۔

---

[1] فتاوٰی خیریہ | باب النفقۃ | دارالمعرفۃ بیروت | ۱/۶۹
[2] درمختار | کتاب القضاء | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/۷۲

بحر الرائق میں فرمایا:

یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافہ۔[1]

ہم پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل واجب ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف پر فتوٰی دے چکے ہوں۔ (ت)

اور ایسا ہی فتاوٰی خیریہ میں ہے خصوصاً صورت مسئولہ میں جبکہ تقریر سوال سے ظاہر کہ زید کی طرف سے سوء معاشرت ہندہ کے ساتھ واقع ہوئی تو یہاں تو ایک اور فتوٰی قول امام کے موافق ہے تہذیب میں کلام امام ابوالقاسم نقل کرکے فرماتے ہیں:

المختار عندی فی المنع ان کان سوء المعاشرۃ من الزوج لها المنع وان کان من جهتها فلیس لها المنع وفی السفر قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[2]

میرے نزدیک منع کے بارے میں مختار یہ ہے کہ اگر بداخلاقی خاوند کی طرف سے ہو تو بیوی کو منع کا حق ہے اور اگر بداخلاقی بیوی کی طرف سے ہو تو پھر اس کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند سے روک رکھے، سفر کے بارے میں فتوٰی امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے (ت)

اسی طرح فتاوٰی ابراہیم شاہی وفتاوٰی حمادیہ میں اس سے نقل کیا، یہ سب اس بارے میں کلام اجمالی اور قدرے تفصیل ان مباحث کی ہمارے فتاوائے شریفہ میں رقم ہے وباللہ التوفیق، بالجملہ صورت مستفسرہ میں حسب التحقیق مفتی وقاضی کے لئے قول امام ہی پر اعتماد ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

جواب سوال دوم

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق اس تقریر میں **امر اوّل** ایک سخت حیرت انگیز بات ہے، درمختار میں اس مطلب کا کہیں پتا نہیں بلکہ اس میں صراحۃً اس کا خلاف مصرح کتاب القضاء میں فرماتے ہیں:

یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق۔[3]

قاضی بھی مفتی کی طرح مطلقاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا قول لے گا۔ (ت)

پھر منیۃ المفتی وفتاوٰی سراجیہ سے نقل کیا: ہو الاصح[4] (وہی زیادہ صحیح ہے۔ ت) ہاں ایک قول حاوی قدسی سے یہ لائے کہ قوت دلیل پر مدار ہے پھر اُسے بھی برقرار نہ رکھا، اور نہر الفائق سے نقل فرمایا: الاول اضبط[5] (وہی

---

[1] بحر الرائق فصل فی تقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۶۹-۷۰

[2] تہذیب

[3] درمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۲

[4] درمختار ؍؍ ؍؍ ؍؍

زیادہ مضبوط ہے۔ ت) اور تحقیق و توفیق وہ ہے جو ماتن نے فرمایا کہ لایخیر الا اذا کان مجتہدا (یعنی جو خود مجتہد ہو وہ قوتِ دلیل پر نظر کرے اور ہم پر وہی ترتیب لازم کہ مطلقا مذہبِ امام پر افتاء و قضا کریں جب تک کوئی مانع قوی و عظیم نہ پایا جائے کما سنذکرہ ان شاء اللہ تعالٰی (ان شاء اللہ تعالٰی اس کو عنقریب ہم ذکر کریں گے۔ ت)

امر دوم کے جواب میں **اوّلاً** عبارتِ درمختار کہ ابھی گزری اور وہ عبارت کثیرہ کہ ان شاء اللہ تعالٰی لکھتا ہوں بس ہیں۔

ثانیًا کلماتِ علماء میں ملحوظ تر بعد تخصیص معاملاتِ دنیوی کہیں اس کا نشان نہیں کہ جب امام ابویوسف کے ساتھ حضرات طرفین سے ایک رائے اور ہو تو ان کی تجربہ کاری کے باعث انہی کا قول قاعدۂ مسلمہ ہے، ہاں علماء نے مسائلِ وقف و قضاء کی نسبت بیشک فرمایا کہ وہاں غالبا قولِ ثانی پر فتوٰی ہے، اس سے ہر وہ امر کہ زیرِ قضاء آسکے مراد نہیں تاکہ امثال صوم و صلوٰۃ کے سوا نکاح و بیع و ہبہ و اجارہ و رہن وغیرہا تمام ابوابِ فقہ کو عام ہو جائے یُوں تو وقف بھی اسی قبیل سے تھا، پھر خاص اُسے الگ گننے کے کیا معنی، نہ ہرگز عالم میں کوئی عالم اس کا قائل، اور خود ہزاراں ہزار کتبِ فقہ اس کے خلاف پر گواہ عادل کہ لاکھوں مسائلِ معاملات میں بھی قولِ امام ہی پر فتوٰی ہے اگرچہ رائے امام ابویوسف سے امام محمد بھی موافق ہوں بلکہ یہ امرِ خاص اُن مسائل میں اکثری طور پر ہے جنہیں فقہاء کتاب القضاء و کتاب الوقف میں لکھتے ہیں، اشباہ والنظائر میں جہاں یہ قاعدہ زیرِ قاعدہ المشقۃ تجلب التیسیر (مشقت سبب ہے حرج سے آسانی ہو جایا کرتی ہے) لکھا وہاں یہی مسائل شمار کئے۔ حیث قال:

ووسع ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی فی القضاء والوقف والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بھما فجوز للقاضی تلقین الشاھد وجوز کتاب القاضی الی القاضی من غیر سفر ولم یشترط فیہ شیئا مما شرطہ الامام وصحح الوقف علی النفس وعلٰی جھۃ تنقطع ووقف المشاع ولم یشترط التسلیم الی المتولی ولاحکم القاضی وجوز استبدالہ عند الحاجۃ

امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے قضاء و وقف کے متعلق وسعت پیدا کی ہے، ان دونوں بابوں میں ان کے قول پر فتوٰی ہوگا، انھوں نے گواہ کو قاضی کی تلقین، قاضی کا قاضی کو بغیر سفر خط، بغیر ان شرائط کے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے لگائی ہیں کو جائز قرار دیا ہے، انھوں نے وقف علی النفس (یعنی اپنی جائداد یوں وقف کرتا ہے کہ تاحیات وہ خود اس کی آمدنی سے متمتع رہیگا) اور وقف علی جہۃ منقطع اور غیر منقسم حصّے کے وقف کو جائز کہا ہے اور متولی کو سونپ دینے کی شرط نہیں لگائی اور نہ ہی

الیه بلاشرط وجوزه مع الشرط ترغیبا فی الوقف وتیسیرا علی المسلمین[1]

انھوں نے وقف کے لئے قاضی کے حکم کی شرط لگائی ہے، اور انھوں نے وقف کو ضرورت کے وقت تبدیل کرنے کو بلاشرط جائز قرار دیا ہے اور بلا ضرورت اس کے تبدیل کرنے کو مع الشرط جائز قرار دیا ہے تاکہ وقف کرنے میں ترغیب اور مسلمانوں کے لئے آسانی ہو۔ (ت)

ثالثاً ان مسائل میں توموافقت رائے دیگری بھی حاجت نہیں کما یظهر بالمراجعة (جیسا کہ کتب کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت) توکلمات علماء اس قید کے مساعد نہیں۔

رابعاً کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام ابو یوسف علماً امام اعظم کے ہم پلہ ہیں، امام سے بے اذن لئے ان کے مجلس درس منعقد کرنے پر امام کا کسی کو پانچ سوال دے کر بھیجنا ان کے ہر مسئلے میں مختلف جواب دینا، ہر جواب پر سائل کی طرف سے تخطیہ ہونا آخر متحیر ہو کر خدمت امام میں رجوع لانا مشہور اور اشباہ والنظائر وغیرہا میں مذکور، علماء فرماتے ہیں جو مسئلہ امام کے حضور طے نہ ہولیا قیامت تک مضطرب رہے گا، امام ابو یوسف بعض مسائل میں پریشان ہو کر فرماتے، جہاں ہمارے استاد کا کوئی قول نہیں ہم میں ہمارا یہی حال (پریشان) ہے۔ بحرالرائق کے مفسدات الصلوۃ میں ہے:

لقد صدق صاحب الفتاوی الظهیریة حیث قال فی الفصل الثالث فی قراءة القرآن ان کل مالم یروعن ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی فیه قول بقی کذلك مضطربا الی یوم القیامة وحکی عن ابی یوسف رحمه الله تعالٰی انه کان یضطرب فی بعض المسائل وکان یقول کل مسئلة لیس لشیخنا فیها قول فنحن فیها هکذا[2] انتهی۔

فتاوٰی ظہیریہ والے نے درست فرمایا، جو انھوں نے قراءت قرآن کی فصل ثالث میں فرمایا کہ جس معاملہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کوئی قول مروی نہ ہو وہ معاملہ قیامت تک باعث اضطراب رہے گا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ وہ بعض مسائل میں مضطرب تھے تو انھوں نے فرمایا، جس معاملہ میں ہمارے شیخ کا کوئی قول نہ ہو تو اس میں ہمارا یہی حال ہوتا ہے انتہی۔ (ت)

امام ابو یوسف سے منقول ہے میں بعض مسائل میں جانتا حدیث میری طرف ہے تنقیح کے بعد کھلتا کہ امام نے جس حدیث سے فرمایا وہ میری خواب میں نہ تھی او کما قال رحمه الله تعالٰی۔

---

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الرابعۃ المشقۃ تجلب التیسیر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۱۳-۱۱۴

[2] بحرالرائق باب مفسدات الصلوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۴

امرِ سوم میں فتاوٰی عالمگیری کو سب کتب پر ترجیح دی گئی حالانکہ وہ ایک فتاوٰی ہے۔ اور علماء ارشاد فرماتے ہیں: عمدہ ترین کتب مذہب متون ہیں پھر شروح پھر فتاوٰی عند التخالف متون سب پر مقدم ہیں اور فتاوٰی سب سے مؤخر۔ پھر کیونکر روا ہو کہ سب میں مفضول کو سب سے افضل قرار دیجئے۔ ردالمحتار میں ہے:

ما فی الفتاوی اذا خالف ما فی الشهیر من الشروح لا یقبل[1]

فتاوٰی میں جو کہا گیا ہو وہ مشہور شروحات کے مخالف ہو تو قبول نہ ہوگا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

حیث تعارض متنه وشرحه فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا[2]۔

جب متن و شروح میں تعارض ہو تو متن پر عمل ہوگا، جیسا کہ کئی دفعہ گزرا۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

اذا تعارض ما فی المتون والفتاوی فالمعتمد ما فی المتون کما فی انفع الوسائل وکذا یقدم ما فی الشروح علی ما فی الفتاوی ونقله الشامی من القضاء فی فصل الحبس[3]۔

اگر متون اور فتاوٰی میں مذکور کا تعارض ہو تو متون کا ذکر کردہ قابلِ اعتماد ہے جیسا کہ انفع المسائل میں ہے اور یونہی جو شروحات میں ہو وہ فتاوٰی سے مقدم ہے اور اس کو علامہ شامی نے کتاب القضاء فصل فی الحبس سے نقل کیا ہے۔ (ت)

حموی شرح اشباہ میں ہے:

غیر خاف ان ما فی المتون والشروح ولو کان بطریق المفهوم مقدم علی ما فی فتاوی وان لم یکن فی عباراتها اضطراب[4]۔

یہ چیز مخفی نہیں کہ جو متون اور شروح میں ہو اگرچہ بطریقِ مفہوم ہی ہو وہ فتاوٰی میں مذکور پر مقدم ہے اگرچہ فتاوٰی کی عبارات میں اضطراب نہ بھی ہو۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الرضاع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۱۲

[2] درمختار کتاب القضاء مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۶

[3] ردالمحتار " فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۱۴
بحرالرائق " ـــ ـــ ـــ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۸۵

[4] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الحجر والماذون ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۸۰

رہا امام صفار کا دربارۂ ولی قول صاحبین اختیار فرمانا، اس کا جواب ہمارے فتوائے سابقہ سے مل سکتا ہے جس سے ظاہر کہ قول امام کو کتنی وجہ سے ترجیح ہے،

اولاً قوتِ دلیل جس کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب ظاہر ہوگی۔

ثانیاً کثرت عقیدان و مسلمانِ ترجیح جن میں ایک امام برہان الحق والدین فرغانی صاحب ہدایہ جن کی جلالتِ شان آفتاب نیم روز و ماہتاب نیم ماہ سے اظہر، ایک امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام ہیں جن کی نسبت علماء کی تصریح کہ پایۂ اجتہاد رکھتے ہیں یہاں تک کہ ان کے بعض معاصر انھیں لائقِ اجتہاد کہتے حالانکہ معاصرت دلیلِ منافرت ہے۔ ردالمحتار میں ہے،

قد منا غیر مرۃ ان الکمال من اھل الترجیح کما افادہ فی قضاء البحر بل صرح بعض معاصریہ بانہ من اھل الاجتہاد[1]	ہم متعدد بار پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ امام کمال اہلِ ترجیح سے ہیں جیسا کہ بحر کے قضاء کے باب میں افادہ کیا ہے بلکہ ان کے بعض معاصرین نے تصریح کی ہے کہ وہ اہلِ اجتہاد میں سے ہیں۔ (ت)

ایک امام علامہ فقیہ النفس قاضی خاں ہیں جن کی نسبت علماء فرماتے ہیں ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے، غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ و النظائر میں ہے،

فی تصحیح القدوری للعلامۃ قاسم ان مایصححہ قاضی خان من الاقوال یکون مقدما علی مایصححہ غیرہ لانہ کان فقیہ النفس[2]۔	علامہ قاسم کی تصحیح القدوری میں ہے کہ جس کو امام قاضی خاں صحیح قرار دیں، وہ قول دوسروں کے اقوال پر مقدم ہے کیونکہ آپ فقیہ النفس ہیں۔ (ت)

اور فرماتے ہیں ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے، ردالمحتار میں ہے،

کن علی ذکر مما قالوا لایعدل عن تصحیح قاضی خان فانہ فقیہ النفس[3]۔	فقہائے کرام نے جو فرمایا اسے یاد رکھو کہ امام قاضی خاں کی تصحیح سے عدول جائز نہیں کیونکہ وہ فقیہ النفس ہیں۔ (ت)

ثالثاً اجماعِ متون جن کی عظمتِ مکان ابھی سُن چکے پھر اُن کا اطباق و اتفاق کیسا ہوگا وہذا بارہا

---

[1] ردالمحتار کتاب العتق باب التدبیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵

[2] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الاجارات الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۲/۵۶-۵۵

[3] ردالمحتار کتاب الہبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۵۱۲

دیکھا ہے کہ علماء نے شروح وفتاوٰی کی بعض صریح تصحیحیں صرف اس بنا پر رد کر دی ہیں کہ متون اس کے خلاف پر ہیں، درمختار کی کتاب الخنثٰی میں ہے:

قال فی الخانیۃ وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہ المعول[1]

خانیہ میں فرمایا کہ فتوٰی اسی پر ہے لیکن متون پہلے قول پر ہیں تو اسی پر اعتماد ہوگا (ت)

دیکھو امام اجل قاضی خاں سا مرجح اور علیہ الفتوٰی سا لفظ ترجیح جسے علماء آکد الفاظ تصحیح سے شمار کرتے ہیں باینہمہ کہا گیا کہ متون اوّل پر ہیں تو وہی معتمد ہے۔ امام کے نزدیک عصبات کے بعد ولایتِ نکاح ماں کو ہے۔ قہستانی شرح مختصر الوقایہ میں لکھا صاحبین کے نزدیک غیر عصبہ ولی نہیں، اور یہی ایک روایت امام سے ہے پھر مضمرات شرح قدوری سے نقل کیا، وعلیہ الفتوٰی[2] (اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ت) مگر محققین نے نہ مانا کہ خلاف متون ہے۔ بحرالرائق ونہر الفائق دونوں میں فرمایا:

ماقیل من ان الفتوی علی الثانی غریب لمخالفتہ المتون الموضوعۃ لبیان الفتوی[3] اھ۔

جو کہا جاتا ہے کہ فتوٰی ثانی پر ہے یہ غریب ہے کیونکہ یہ متون کے مخالف ہے جو کہ فتوٰی کو بیان کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں اھ (ت)

علامہ شامی نے روایتیں [illegible] کے مقرر رکھی، کنویں سے [illegible] نکلے اور وقتِ وقوع نامعلوم ہو تو امام ایک یا تین دن سے نجس مانتے ہیں اور صاحبین فی الحال، صاحب تحفہ وغیرہ ائمہ ترجیح نے باب وضو وغسل میں قول امام اور ان کے ماورا میں قول صاحبین اختیار کرتے اور وہ اور امام زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں اسی تفصیل کو ھو الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت) کہتے ہیں اور اسی پر بحرالرائق ومنح الغفار وتنویر الابصار ودرمختار میں جزم کیا، بایں ہمہ علامہ شامی اسے رد کرتے اور عدم تسلیم کی پہلی وجہ یہی لکھتے ہیں کہ مخالف لاطلاق المتون قاطبۃ[4] (یہ تمام متون کے اطلاق کے مخالف ہے۔ ت) غمزی شرح اشباہ میں ایک مسئلے کی نسبت جس میں روایت ابی یوسف کو حاوی قدسی میں علیہ الفتوٰی اور اشباہ میں الصحیح المعتمد کہا، فرماتے ہیں:

---

[1] درمختار — کتاب الخنثٰی — مطبع مجتبائی دہلی — ۲/ ۳۱۹
[2] جامع الرموز — فصل الولی والکفو — مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/ ۴۶۷
[3] بحرالرائق — باب الاولیاء والاکفاء — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۳/ ۱۲۴
ردالمحتار بحوالہ البحر والنہر — باب الولی — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/ ۳۱۲
[4] ردالمحتار — فصل فی البئر — " " " " " — ۱/ ۱۴۶

مجرد دعوى الحاوي ان الفتوى عليه لا يقتضي انه المصحح المعتمد في المذهب كيف و اصحاب المتون قاطبة والشروح ماشون على قولهما (يعني الطرفين)، ومشى اصحاب المتون تصحيح التزامي على ان ما في المتون والشروح مقدم على ما في الفتاوى[1]

حاوی کا صرف یہ دعوٰی کر دینا کہ اسی پر فتوٰی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی تصحیح شدہ اور قابلِ اعتماد ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ تمام متون اور شروح طرفین کے قول پر ہیں، اور تمام متون اس تصحیح کا التزام کیے ہوئے ہیں کہ متون و شروح کے مسائل فتاوٰی کے مسائل پر مقدم ہیں۔ (ت)

اھ ملخصاً۔ یہی مذہب امام ہے، اور علماء فرماتے ہیں قولِ امام ہی پر اعتماد ضرور ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ کرام مذہبِ صاحبین کی تصحیح کریں کما یاتی ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ عنقریب آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی۔ ت)

امرِ چہارم میں جس قاعدہ کا ذکر ہوا جب سے مذہبِ حنفی عالم میں آیا کسی عالم نے دربارۂ اختلافِ امام و صاحبین اُسے جاری نہ کیا نہ ہرگز تمام دنیا میں کوئی اس کا قائل، بلکہ سلف و خلف کا اجماعِ کامل اُس کے برخلاف برگزارہ عادل، ہزارہا مسائل میں صاحبین نے خلاف کیا، پھر شرق و غرب سے کتبِ فقہ جمع کرکے دیکھئے قولِ صاحبین معدودے چند ہی پر فتوٰی ہے کہ جہاں اختلافِ زمانہ کے سبب تغیرِ حکم ہوا یا تعامل و دفعِ حرج کے مثل کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آئی، علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

حصل المخالفة من الصاحبين في نحو ثلث المذهب ولكن الاكثر في الاعتماد على قول الامام[2]

صاحبین کا تقریباً ایک تہائی مذہب میں اختلاف ہے لیکن اکثر اعتماد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے مسلک پر ہے۔ (ت)

میں یہاں ائمہ محققین کی بعض عبارات پر اقتصار کرتا ہوں جن سے کالشمس ظاہر کہ سوا مواضعِ معدودہ کے قولِ امام ہی پر اعتماد لازم، اور اس کے خلاف کثرتِ رائے، بلکہ فتوائے مشائخ پر بھی التفات نہیں کہ ایک آفتاب لاکھوں ستاروں کو چھپا لیتا ہے۔ "اُنھی سب سے عمدہ خلاصہ سب سے عالی کی مستند کتاب" فتاوٰی عالمگیری میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے:

اذا اختلفوا فيما بينهم قال عبد الله بن

جب احناف کا آپس میں اختلاف ہو تو عبداللہ بن مبارک

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی احکام الجمعۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۳۰

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۸

المبارک یاخذ بقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی لانہ کان من التابعین وزاحمہم فی الفتوی[1]

کیونکہ ان کے قول کے مطابق امام ابوحنیفہ کا قول قابلِ عمل ہوتا ہے کیونکہ وہ تابعی ہیں اور دیگر تابعین کے فتاوٰی کے مقابل انہوں نے فتاوٰی پیش کئے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

یاخذ بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق[2]

قاضی مطلقاً امام ابوحنیفہ کے قول کو لے گا۔ (ت)

درمختار کا فیہ وسراجیہ سے نقل کرنا گزرا ھو الاصح (وہی زیادہ صحیح ہے۔ ت) اور یہ بھی کہ القاضی کالمفتی (قاضی مفتی کی مثل ہے۔ ت) اور یہ بھی کہ نہر الفائق میں اسی کو اضبط کہا، اسی کی کتاب ادب المقال میں تصحیح کی کما فی الحاشیۃ الطحطاویۃ (جیسا کہ حاشیہ طحطاوی میں ہے۔ ت) اسی پر امام محقق علی الاطلاق نے جزم فرمایا، اور بعض مشائخ جو کہیں قول صاحبین پر افتا کر دیتے ہیں اُسے بلاوجہ قوی محض نامقبول ٹھہرایا۔ حاشیہ شامیہ میں ہے:

ردالمحقق ابن الھمام علی بعض المشائخ حیث افتوا بقول الامامین بانہ لایعدل عن قول الامام الا لضعف دلیلہ[3]

بعض مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوٰی دیا تو محقق ابن ہمام نے ان کا رَد کرتے ہوئے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے قول سے اعراض نہیں کیا جاسکتا الا یہ کہ ان کی دلیل کمزور ہو۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

قد صححوا ان الافتاء بقول الامام فینتج من ھذا انہ یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشائخ بخلافہ[4] ونقلہ العلامۃ الطحطاوی اول القضاء۔

مشائخ نے تصحیح فرمائی ہے کہ فتوٰی امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم پر امام کے قول پر فتوٰی دینا واجب ہے اگرچہ مشائخ نے قول امام کے خلاف فتوٰی دیا ہو اھ اسی کو طحطاوی نے باب قضاء کی ابتداء میں نقل کیا ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثالث فی ترتیب الدلائل للعمل بہا نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۱۲
[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۲
[3] ردالمحتار مطلب حق الامام اذا صح الحدیث الخ داراحیاء التراث بیروت ۱/ ۴۶
[4] بحرالرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۷۰-۲۶۹

فتاوٰی خیریہ کی کتاب الشہادات مسئلہ شہادۃ الاعمٰی میں ہے :

المقرر ایضا عندنا انه لایفتی ولایعمل الا بقول الامام الاعظم ولایعدل عنه الی قولھما او قول احدھما او غیرھما الا لضرورۃ (من ضعف دلیل او تعامل بخلافه) کمسئلۃ المزارعۃ وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولھما لانه صاحب المذھب والامام المقدم

اذا قالت حذام فصدقوھا
فان القول ما قالت حذام[1]

یہ طے شدہ ہے کہ ہمارے ہاں امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہی عمل و فتوٰی ہوگا، اور صاحبین یا ان میں سے کسی ایک کے قول یا کسی اور کے قول پر بغیر ضرورت فتوٰی نہ ہوگا (اور ضرورت کی مثال ضعیف دلیل یا عرف و تعامل کا اس کے خلاف ہونا ہے) جیسا کہ مزارعت کا مسئلہ ہے اگرچہ مشائخ تصریح کرچکے ہوں کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ صاحب مذہب ہیں اور سب سے مقدم امام ہیں (شعر کا ترجمہ) جب حذام کچھ کہے تو اس کی تصدیق کرو، کیونکہ بات وہی ہے جو حذام کہتی ہے۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح بحرالرائق کی کتاب الصلٰوۃ بحث اوقات میں تصریح فرمائی اور اس سے ردالمحتار و حاشیہ طحطاویہ میں نقل کرکے مقرر رکھا، امام المحققین شیخ الاسلام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس و المزید میں فرماتے ہیں :

الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال[2]

میرے نزدیک ہر حال میں امام ابوحنیفہ کے قول پر فتوٰی دینا واجب ہے۔ (ت)

مسئلہ وقت عشا میں جو قول صاحبین کو دُر میں مفتٰی بہ بتایا علامہ نوح آفندی نے اس پر فرمایا :

لایجوز الاعتماد علیه لانه لایرجح قولھما علی قوله الا بموجب من ضعف دلیل او ضرورۃ او تعامل او اختلاف زمان ولم یوجد شیئ من ذلک فالعمل علی قوله[3] ام نقلھما

اس پر اعتماد درست نہیں کیونکہ امام صاحب کے مقابلہ میں صاحبین کے قول کو ترجیح نہیں ہوسکتی مگر جب کوئی سبب ہو مثلاً دلیل کا ضعف، ضرورت، تعامل یا اختلافِ زمان میں سے کوئی چیز ہو، اور جبکہ ان میں سے کچھ بھی نہیں تو امام کے قول پر عمل ہوگا

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الشہادات دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۳۳
[2] و [3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۵

العلامۃ الطحطاوی فی مبحث اوقات الصلٰوۃ۔

علامہ طحطاوی نے ان دونوں عبارتوں کو اوقاتِ صلوٰۃ کی بحث میں ذکر کیا ہے (ت)

پھر یہ ضعیف دلیل جسے علما بیع عدول فرماتے ہیں اس کے معنی بھی سمجھ لیجئے یہ وہ ہے کہ اعاظم ائمہ مجتہدین فتوٰی اُس کے ضعف پر تنصیص کریں، نہ وہ جسے ہم و تو اپنے اذہان قاصرہ سے ضعیف سمجھ لیں کہ اوّل تو یہ دلائل جو مصنفین لکھتے ہیں کیا معلوم کہ امام کی نظر انھیں پر تھی اور جو بھی تو ہم کیا اور ہمارا ضعیف سمجھنا کیا ؎

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش
نظام مملکت خویش خسرواں دانند

(اے حافظ! گدائے خاک نشین کو مت چھیڑ کہ ملک کے نظام کو چلانا خود بادشاہ ہی جانتا ہے)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

انہ قد یظہر قوۃ لہ بحسب ادراکہ ویکون الواقع بخلافہ او بحسب دلیل ویکون لصاحب المذہب دلیل اٰخر لم یطلع علیہ[1] انتہی۔

کبھی امام کی دلیل کی قوت ظاہر ہوتی ہے جس کا ادراک کرلیا جاتا ہے اور واقع میں اس کے خلاف ہوتا ہے، یا یہ ہوتا ہے یہ کچھ دلیل ہے حالانکہ صاحب مذہب (امام صاحب) کی دلیل کچھ اور ہے جس پر اطلاع نہ ہوئی انتہی (ت)

اب مجھے اس تحقیق انیق کے بعد اصلاً ضرورت نہ رہی کہ امر سیجم کی طرف توجہ کروں، میرا یہی کلام ہرگز نہ دلائل کے جواب میں بس ہے معہذا جو کچھ اس میں بیان ہوا اُسی دلیل سے ماخوذ ہے جو ہدایہ وشرح وقایہ وکافی واختیار و مستخلص وغیرہا میں مذہب صاحبین پر ظاہر کی گئی اور اُس کے ساتھ ہی انھیں کتابوں میں اس کا نفیس جواب بھی دے دیا جہاں تک میری نظر ہے کوئی کتاب مستند ایسی نہ ملے گی جس میں یہ تقریر مسطور اور اُس کا جواب نہ مذکور ہو میں یہاں صرف درمختار کے وہ مختصر لفظ جو انھوں نے امام صدر الشریعۃ وغیرہ سے اخذ کرکے لکھے نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں دلیل امام میں فرماتے ہیں:

کل وطاٰۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی[2]

ہر ملی مہر کا بدل ہے تو بعض مہر کا سونپنا باقی کے سونپنے کا موجب نہیں بنتا ہے۔ (ت)

اس مرام نفیس کی توضیح وتلخیص یہ ہے کہ بیع میں پر وارد ہوتی ہے وہ ایک بار سپرد ہو کر کیا باقی ہے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب القضاء مطبع دارالمعرفۃ بیروت ۳/۱۷۶
[2] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲

کہ محبوس ہو بخلاف نکاح کہ عورت کے گوشت پوست پر وارد نہیں منافع بضع پر ہے اور وہ متجدد تو بعض کی تسلیم کل کی تسلیم نہیں، نہ بعض پر رضا سے کل پر رضا لازم، وبعبارۃ اُخریٰ شرع نے حقِ حبس دیا ہے نہ اختیار استرداد، اور بیع میں تجدید منع بشکل استرداد ہی معقول، اور نکاح میں منفعت ماضیہ کی واپسی محال تو نہ ہوگا مگر حبس منفعت آئندہ، ولہٰذا اگر بیع میں بھی چند چیزیں ایک عقد میں بیچیں اور بعض بحوالہ مشتری دے دیں بعض باقی کو روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو کہ یہاں بھی بوجہ تعدد اقباض بعض اقباض کل نہیں، کفایہ میں ہے:

لوسلم البائع بعض المبيع الى المشترى لا يسقط حقه فى حبس ما بقى منه۔[1]

اگر بائع مشتری کو کچھ مبیع سونپ دے تو باقی کو روک رکھنے کا حق اس سے ساقط نہیں ہوگا۔ (ت)

پس فرق واضح ہوگیا اور استدلال ساقط، میں یہاں تطویل کلام نہیں چاہتا کہ یہ امر تو علما پہلے ہی طے فرما چکے مگر شاید اتنا کہنا بیکار نہ ہو کہ خود امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی بیع و نکاح کے اس مسئلے میں زمین و آسمان کا فرق رکھتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے نزدیک مہر مؤجل کے لئے بھی عورت کو حقِ منع حاصل، اور ثمن مؤجل ہو تو استحقاق حبس بالاجماع زائل، وہ فرماتے ہیں حقِ حبس بیع میں اصل عقد کا مقتضی نہیں اور نکاح میں بحالت اطلاق نفس عقد کا مقتضی ہے، ولہٰذا شوہر پر تقدیم تسلیم مطلقاً لازم اگرچہ مہر اشیائے متعینہ سے ہو جیسے عبد یا دار یا ثوب، اور بیع میں مشتری پر تقدیم اسی حالت میں ضرور کہ مبیع عین ہو اور ثمن دین، جیسے درہم و دینار، امام سغناقی نہایہ میں کہ ہدایہ کی پہلی شرح ہے تقریر مذہب ابی یوسف میں فرماتے ہیں:

قال ان موجب النكاح عند الاطلاق تسليم المهر عينا كان اودينا فحين قبل الزوج الاجل مع علمه بموجب العقد فقد رضى بتاخير حقه الى ان يوفى المهر بعد حلول الاجل و به فارق البيع لان تسليم الثمن اولا ليس من موجبات البيع لامحالة الا ترى ان البيع لوكان مقايضة لاتجب تسليم احد

انھوں نے کہا کہ نکاح کا موجب مطلقاً مہر کا ادا کرنا ہے خواہ نقد ہو یا دین ہو، تو جب خاوند نے مہر کے لئے مدت مقررہ قبول کرلی جبکہ وہ نکاح کے موجب کو جانتا ہو تو گویا اس نے مدت مقررہ گزرنے تک اپنے حق کو مؤخر کرنا تسلیم کرلیا اسی نکتہ کی بنا پر نکاح اور بیع میں فرق واضح ہوگیا، کیونکہ بیع میں اولاً ثمن کی ادائیگی اس کا موجب لازمی نہیں ہے، آپ جانتے ہیں کہ بیع مقایضہ (سامان کا سامان سے سودا) میں کسی بدل کا

---

[1] کفایہ مع فتح القدیر باب المہر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۲۵۰

البدلین اولا فلو یکن المشتری راضیا بتاخیر حقه فی المبیع الی ان یوفی الثمن وجعل الفتوی علی قول ابی یوسف۔

بھی ادا کرنا ابتداءً ضروری نہیں، لہذا بیع میں ثمن کی ادائیگی تک مشتری بیع کی تاخیر پر راضی نہ ہوا اور فتوٰی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے قول پر ہے۔ (ت)

اسی طرح فتح القدیر وغیرہ شروح ہدایہ میں ہے پھر باوجود اس قدر تفرقوں کے کیونکر مانا جائے کہ نکاح میں یہ حکم محض مشابہت بیع ہی پر مبنی ہے کہ اس کے احکام سے کہیں تفاوت ذکر کئے، یہ مسئلہ ایک جسہ والہ رسالہ کے قابل تھا،

وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ واللہ ولی الھدایۃ منہ البدایۃ والیہ النھایۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس میں اہل فہم کے لئے کفایت ہے، اللہ تعالٰی ہی ہدایت کا مالک اور اسی سے ابتداء اور انتہا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)